عنوان : سیرت النبی ﷺ کا معاشی پہلو

مقالہ نگار : ڈاکٹر افتخار احمد

طالب علم : ایم فل علوم اسلامیہ الخیر یونیورسٹی آزاد کشمیر

ای میل : dr.iftikhar964@gmal.com

رابطہ نمبر : 0346-7912360

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھم صل علیٰ محمد
وعلیٰ آل محمد کما صلیت
علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم
انک حمید مجید۔

اللّٰھم بارک علیٰ محمد وعلیٰ
آل محمد کما بارکت علیٰ
ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم
انک حمید مجید۔

''اپنے دماغ کو مغربی جہالت سے غذائیت نہ دیجئے

اسے اللہ کی نازل کردہ شریعت کے تابع کیجئے''

بصد شکریہ:۔

المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی

کسی بھی ملک یا ریاست کی طاقت اس کی معیشت پر مبنی ہوتی ہے۔تاریخ عالم گواہ ہے کہ دنیا میں وہی قوم یا ملک غالب رہے ہیں جنکی معاشی طاقت بہت بڑی تھی۔تاریخ اسلام سے قبل عرب وعجم میں بڑی بڑی مملکتوں اورقوموں کا ذکر آج بھی زندہ ہے جواپنی معاشی قوت کے زور پر کمزوروں پرحکومت کرتے رہے ہیں۔سن ۲ ہجری سے لیکر کم وبیش پانچ سوسال تک یااس سے بھی کچھ زیادہ عرصہ تک مسلمان دنیا میں معاشی طاقت کے زور پر نہ صرف مملکتوں بلکہ مجبوروں اور بے کسوں کی دل جوئی کر کہ ان کے دلوں پر بھی حکومتیں کرتے رہے ہیں۔نبی رحمت حضرت محمدﷺ نے احکاماتِ قرآن کی روشنی میں ایک ایسا رول ماڈل بنا دیا تھا جس کو جب تک مسلمانوں نے اپنے اوپر لازم پکڑے رکھا اورسنت نبویؐ کے مطابق معاشی نظام سے اپنے آپ کو جوڑے رکھا دنیا ان کے قدموں کی دھول بنی رہی یہ سنت نبویؐ کے ثمرات تھے کہ ایک وہ وقت تھا جب مسلمان بے سروسامان تھے اور پھر اللہ نے ایسا کرم فرمایا اسقدر مضبوط معاشی نظام دے دیا جس کے نافذ ہونے سے دولت کی ریل پیل ہوگئی۔تاریخ اسلام قیامت تک یہ منظر بنی آدم کودکھاتی اور یاددلاتی رہے گی جب مکہ، مدینہ اور بغداد کے میدانوں میں دولت کے انبار لگائے جاتے اورآواز لگانے والاآواز لگاتا جس کو جتنا مال چاہیے وہ لے جائے۔

پھر وقت نے کروٹ پلٹی مسلمانوں نے سنت نبویؐ کوترک کر دیا اور وہ گناہ کبیرا جس کو خطبہ حجتہ الوداع کے موقع پر اللہ کے نبیؐ نے واضح الفاظ میں باطل قرار دے دیا تھا یعنی سود مسلمان اس لعنت کے ساتھ وابسطہ ہو گئے۔پھر اللہ کا حکم آ گیا اور''اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا''۔

آج مشرقِ ومغرب ،شمال اور جنوب غرض دنیا کا کوئی ایسا کونہ نہیں جہاں سودی معیشت پروان نہ چڑھ رہی ہو اور اس کے بدلے میں شرق وغرب میں مسلمان اس وقت مفلسی اور محتاجی ذلت ورسوائی اور غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو چکے ہیں۔

اس مقالہ میں اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔کہ امتِ محمدیہؐ لوٹ کر اس سنتِ نبوی کے ساتھ تمسک پکڑے جس کو چھوڑ کر رسوا ہو رہی ہے۔

نیز اس بات کی بھی کوشش کی گئی ہے کہ سنت نبویؐ کے وہ تمام معاشی پہلو واضح کیے جائیں جن پر اسلامی ریاست کی بنیاد قائم ہوئی اور امت تقریباً پوری دنیا میں اللہ کے دین کو غالب کرنے میں کامیاب ہوئی۔

اس مقالہ میں مکی اور مدنی ادوار پر مشتمل معاشی معاملات کو جزوی طور پر ذکر کیا گیا ہے جن میں قرآن اور احادیث سے استفادہ کیا گیا ہے۔نیز مدنی دور میں مکمل معاشی نظام کا قیام جس کو مبنی بر زکوٰۃ معیشت کا نام دیا گیا ہے کو زیر بحث لایا گیا ہے۔مقالہ کا متن ۳ ادوار ابتدائی دور، درمیانی دور اور آخری اعلیٰ ترین معاشی دور پر مشتمل ہے۔کم علمی

اور جہل کی وجہ سے یہ مقالہ محض ایک ادنیٰ سی کوشش ہے کہ اللہ کریم سیرت النبیؐ سے تعلق جوڑ دے۔اور اسلامی معیشت کا وہ منبع دوبارہ زندہ فرمادے جس کو چھوڑ کر امت ذلت و رسوائی کی چکی میں پس رہی ہے۔آمین

ظہور اسلام کے وقت عرب کی عمومی معاشی حالت ابتدائی دور

ابتداء اسلام کے وقت عرب کی اکثریت نہ صرف معاشی انحطاط کا شکار تھی بلکہ اخلاقیات نام کی کوئی چیز یہاں موجود نہ تھی کسی بھی قوم کی اگر معاشی حالت ابتر ہو جائے تو وہ تمام اخلاقی اصول وضوابط یکسر فراموش کر دیتی ہے اور اس کے سامنے صرف ایک ہی سوال ہوتا ہے **''روٹی''** چاہے قتل کر کے ملے، لوٹ مار کر کے ملے یا جسم و جان بیچ کر زندگی کا یہی مقصد اس وقت عرب کے شہریوں اور اعرابیوں کا تھا۔

ظہور اسلام کے وقت جزیرہ نما عرب کی معاشی حالت کس قدر ابتر تھی اس کا ایک جامع نقشہ نعیم صدیقی نے اپنی کتاب (محسن انسانیت) میں دیا ہے۔

عرب کی کثیر التعداد بدوی آبادی تو بالمعوم بالکل ہی خستہ حال تھی اور بیشتر صحرائی قبائل خانہ بدوش رہتے اور مویشیوں سے حاصل شدہ قلیل معیشت کے ساتھ مسلح لوٹ مار کا پیشہ اختیار کر لیتے، شہریوں سے دور اعرابیوں کے مقیم قبائل کی حالت بھی پتلی تھی۔ان کے اندر کے شیوخ اور سردار معاشی جدوجہد کے بیشتر ثمرات لے اڑتے۔لیکن دوسری طرف عوام عرب کا یہ حال تھا کہ پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے گوہ تک کا شکار کرتے۔ٹڈی دل آتے تو ٹڈیاں کھاتے۔چھپکلیاں تک چٹ کر جاتے۔مردہ جانوروں کا گوشت اور جما کر خشک کیا ہوا خون اور سوکھا ہوا چمڑہ تک بھون لیتے۔زندہ جانوروں کے بدن سے ٹکڑے کاٹ کر کھا لیتے۔سرے سے حلال وحرام اور طیب ومکروہ کی تمیز ہی نہ تھی۔بہرحال وہاں کا ایک **بنیادی اور ٹھوس سوال روٹی تھا**۔جس قوم کی عظیم اکثریت ہر وقت، کھائیں گے کیا'' کے سوال پر سوچتی رہے اسے نہ تو اعلیٰ تر حقیقتوں کا ذوق دیا جا سکتا ہے۔اور نہ بڑے بڑے مقاصد کے لیے کوئی عظیم کارنامہ سرانجام دے سکتی ہے۔محسن انسانیت نے جو تحریک چلائی وہ جہاں دلوں کو نور ایمان اور روحوں کو اخلاقی اقدار دیتی تھی۔وہاں وہ پیٹ کی روٹی بہم پہنچانے کے لیے بھی بہترین تدابیر عمل میں لاتی تھی۔عین آغاز ہی میں اسلام کے مختصر سے اخلاقی ضابطہ میں ''اطعام مساکین'' بڑی اہمیت کے ساتھ شامل تھا، پھر یتیموں، بیواؤں اور مسافروں کی خبر گیری کرنا ہر مسلم پر لازم تھا۔ (۱)

معاشی مدد بذریعہ زکوٰۃ وانفاق فی سبیل اللہ

زکوٰۃ کے بارے میں تفصیلی احکام تو مدینہ منورہ میں باضابطہ اسلامی ریاست قائم ہو جانے کے بعد نازل ہوئے اس سے قبل خصوصاً مکی دور میں تعلیمات زکوٰۃ یہ تھیں کہ مسلمانوں کے پاس اپنی ضروریات پورا کرنے کے بعد جو کچھ بچ جائے وہ سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں صدقہ کر دیا جائے۔

وَيَسۡـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ ٱلۡعَفۡوَ (۲)

آپ سے پوچھتے ہیں: ہم راہِ خدا میں کیا خرچ کریں؟ کہو: جو کچھ تمہاری ضرورت سے زیادہ ہو۔

اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ زکوٰۃ کے تفصیلی احکام نازل ہونے سے پہلے صحابہ کرام کا یہی معمول تھا کہ جو کچھ کماتے تھے اس میں اپنی زکوٰۃ خود ادا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں قرآن حکیم نے کبھی طعام مسکین کی ترغیب دی۔ کبھی اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے انفاق فی سبیل اللہ کی نصیحت کی اور کبھی سائل ومحروم کا حق ادا کرنے کا حکم فرمایا اور کبھی مسکین اور مسافر کے حق کی تاکید کی اور کبھی ایتائے زکوٰۃ کا عنوان اختیار کیا۔ ان امور کے بارے میں مکی سورتوں میں واضح تعلیمات موجود ہیں۔

مکی سورتوں میں احکام زکوٰۃ کا یہ پہلو قابلِ غور ہے کہ مکی سورتوں میں لفظ زکوٰۃ براہ راست وجوب (فرضیت) پر دلالت کرنے والے امر (حکم) کے ساتھ نہیں آیا بلکہ زکوٰۃ کا ذکر ایک خبر کی صورت میں اس طرح آیا ہے کہ زکوٰۃ دینا مومنین، متقین اور محسنین کا ایک بنیادی وصف ہے۔ جو اہلِ تقویٰ زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کا شمار فلاح پانے والوں میں کیا ہے۔ جبکہ ترک زکوٰۃ کو مشرکین کی صفات میں شمار کیا گیا ہے۔ ہجرت سے قبل نازل کی گئی سورتوں میں جگہ جگہ مساکین، سائلین، محرومین اور قرابت داروں کا حق پہنچانے اور فضول خرچی سے گریز کی تعلیم دی گئی ہے۔ مکی دور کی قرآن حکیم کی تمام سورتوں میں حکیمانہ انداز میں زکوٰۃ اجملہ مدت / مصارف پر فراخدلی سے خرچ کرنے کی ترغیب کی روح کارفرما نظر آتی ہے۔ (۳)

اس دور کی زکوٰۃ کی خصوصیات کی آئینہ داری حسب ذیل آیات سے بخوبی ہوتی ہے۔

وَفِيٓ أَمۡوَٰلِهِمۡ حَقّٞ لِّلسَّآئِلِ وَٱلۡمَحۡرُومِ (۴)

اوران کے مالوں میں حق ہے سائل اور محروم کا۔

صاحب ایمان بخوبی جانتے ہیں کہ ان کے اموال کلیتاً اس طرح ان کی ملکیت میں نہیں کہ وہ محض ان کے تمام مصارف کو محض

اپنی ذات تک محدود رکھیں بلکہ دوسرے محتاجوں اور ضرورتمندوں کا حق ہے۔

سورۃ معارج میں اہل تقویٰ اور پرہیزگاروں کے اس وصف کو یوں بیان کیا گیا ہے:

إِنَّ الانسَانَ خُلِقَ هَلُوعاً (١٩) إِذَامَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعاً (٢٠) وَإِذَامَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعاً (٢١) إِلاالْمُصَلِّينَ (٢٢) الَّذِينَ هُمْ عَلىٰ صَلَاتِهِمْ دَآئِمُونَ (٢٣) وَالَّذِينَ فِيّ اَمْوَالِهِمْ حَقُ مَعْلُومُ (٢٤) لِلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُومِ (٢٥)

بے شک انسان کم حوصلہ پیدا کیا گیا ہے۔ جب اس پر مصیبت آتی ہے تو گھبرا اٹھتا ہے۔ اور جب اسے خوشحالی نصیب ہوتی ہے تو بخل کرنے لگتا ہے۔ مگر وہ لوگ (اس عیب سے بچے ہوئے ہیں) جو نماز پڑھنے والے ہیں۔ جو اپنی نماز کی ہمیشہ پابندی کرتے ہیں اور جن کے مالوں میں سائل اور محروم کا ایک مقررہ حق ہے (۵)۔

سورۃ معارج مکی ہے جبکہ احکام زکوٰۃ مدینہ میں فرض قرار دیئے گئے۔ دراصل یہاں حق سے مراد وہ حق ہے جو انہوں نے سائل اور محرم کے لئے از خود اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔

فرمان ربانی ہے:

وَءَ اتِ ذَاالْقُربىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيْل وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا

رشتہ دار کو اس کا حق دو، اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق، اور فضول خرچی نہ کرو۔ (۶)۔

سورۃ الروم میں مزید ارشاد الٰہی ہے۔

فَئَاتِ ذَاالْقُرْ بىٰ حَقَّهُ، وَالْمِسْكِين وابْنَ السَّبِيلُ ذَلِكَ خَيْرُ لِلَّذِيْنَ يُرِيْدُونَ وَجْهَ اللّٰهِ ط وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

پس (اے صاحب ایمان) رشتہ دار کو اس کا حق دے اور مسکین اور مسافر کو (اس کا حق) یہ طریقہ بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ (۷)

اس دور میں نازل کی گئی سورتوں میں جا بجا زکوٰۃ دینے کی رغبت دلائی گئی ہے۔ مکی دور کی چند سورتیں جن میں زکوٰۃ کا لفظ استعمال کر کے مستحقین کو مالداروں کے مال و دولت سے حق دلانے کی ترغیب دی گئی ہے، حسب ذیل ہے۔

وَاَقِمُو الصَّلٰوٰةَ وَءَ اتُوالزَّكَوةَ وَأَقْرِ ضُوااللّٰهَ قَرْضاً حَسَناً

وَمَاتُقَدِمُو لانْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُ وهُ عِندَاللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَاعْظَمَ اَجْرًا وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ غَفُورُ رَّحِيْمُ.

اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو۔ اور اپنے لئے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے ہاں پاؤ گے یہ بہتر اور بدلے میں بڑھ کر ہے۔ اور اللہ سے بخشش طلب کرو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔(۸)

هُدًى وَرَحْمَةً لِلْمُحْسِنِينَ (٢) اَلَّذِينَ يُقِمُونَ اَلصَّلَوٰةَ وَيُوتُونَ الزَّكوٰةَ وَهُمْ بِالأَخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ(٤)

ہدایت اور رحمت نیکوکار لوگوں کے لئے ہے، جو نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں اور آخرت پر ایمان لائیں(۹)۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ للزَّكَوّةِ فَعِلُونَ(٤)

اور جو زکوٰۃ کے طریقے پر عامل ہوتے ہیں(۱۰)۔

وَمَآ ءَاتَيْتُمْ مِن رِبًا لِّيَرُبُوَاْ فِيّ أَمْوٰالِ النَّاسِ فَلَا يَرُبُوا عِندَ اللّٰهِ ط

وَمَاءَ اتَيْتُم مِّنْ زَكَوٰةٍ تُرِيدُونَ وَجَهَ اللّٰهِ فَأُلَئِكَ هُمُ اَلْمُضعِفُونَ

اور تم جو سود پر (رقم) دیتے ہو کہ لوگوں کے اموال میں شامل ہو کر وہ بڑھ جائے۔ اللہ کے نزدیک وہ نہیں بڑھتا۔ اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے ارادے سے دیتے ہو۔ اسی کے دینے والے درحقیقت اپنا مال بڑھاتے ہیں۔(۱۱)۔

مکی دور کی آیات میں جس زکوٰۃ کا ذکر آیا ہے وہ بعینہ وہ زکوٰۃ نہیں ہے جو مدینہ منورہ میں فرض ہوئی اور جس کی مقدار مقرر اور حدود متعین ہیں اور جس کی وصولی اور اس کو اس کے مصارف میں خرچ کرنے کے لئے عاملین زکوٰۃ کا تقرر کیا گیا اور ریاست نے جس زکوٰۃ کے انتظام وانصرام کی ذمہ داری سنبھالی۔(۱۲)

علامہ یوسف قرضاوی نے مکی دور کی زکوٰۃ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

مکی دور میں جو زکوٰۃ تھی وہ مطلق تھی اور اس میں حدود قیود نہیں تھیں اور اس کا دار و مدار افراد کے ایمان ان کے شعور اور ان کے احساسِ اخوت پر تھا۔(۱۳)

اور جو میرے (خاص ایمان والے) بندے ہیں ان سے کہہ دیجئے کہ وہ نماز کو قائم رکھیں اور ہمارے دیئے ہوئے رزق سے خرچ کرتے رہیں۔ پوشیدہ طور سے بھی اور علانیہ بھی ایسے دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی۔ نہ دوستی کام آئے گی۔(۱۴)

اَلَّذِيْنَ اذَاذكَرَ اللّٰهُ وَجِلَتُ قُلُوبُهُمْ والَصّبِرِينَ عَلىٰ مَآ آصَابَهُمْ وَاوَالْمُقِمى الصَّلَوةِ وَمِمَّا رَزَقْنَهُمْ يُنفِقُون

(آپ خوشخبری دیجئے ان عاجزی کرنے والے مسلمانوں کو) جو ایسے ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل لرز جاتے ہیں اور جو مصیبتیں ان پر پڑتی ہیں ان پر صبر کرتے ہیں اور نماز کو قائم رکھنے والے ہیں اور ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔(۱۵)

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَیَقْدِرُ لَہٗ، وَمَا اَنْفَقْتُمْ من شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ ط، وَھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ

آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے روزی میں وسعت عطا کرتا ہے اور جس کو چاہے روزی میں تنگی دیتا ہے اور جو کچھ تو اللہ کے راستے میں خرچ کرو گے اللہ تعالیٰ اس کا بدلہ عطا کرے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔(۱۶)

مکی دور میں انفاق فی سبیل اللہ کی تاکید میں ارشادات نبویؐ

حضورا کرمﷺ کی احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ جو شخص دنیاوی مال ومتاع سے محبت رکھتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو آخرت کو محبوب رکھتا ہے وہ دنیا سے مستغنی ہوجاتا ہے۔ پس آخرت کی محبت کو دنیاوی راحتوں پر ترجیح دو جو باقی رہنے والی ہے۔ آنحضور کا ارشاد ہے کہ دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا آخرت میں گھر نہیں۔ اس لئے نبی کریمﷺ نے دنیاوی مال ودولت کو جمع کرنے کی نہیں بلکہ خرچ کرنے کی تعلیم دی ہے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل احادیث سے وضاحت ہوتی ہے۔

عن ابی هريرة قال رسول ﷺ لو كان لی مثل احد ذهبالسرنی ان لایمر علی ثلاث ليال وعندنی منه الاشیء ارصده لدين

حضورﷺ کا ارشاد ہے کہ اگر میرے پاس احد کے پہاڑ کے برابر بھی سونا ہوتو مجھے یہ بات پسند نہیں کہ میرے اوپر تین راتیں گزرجائیں اور میرے پاس اس مال میں سے کچھ بھی موجود ہو۔ ماسوائے اس کے کہ کوئی چیز ادائے قرض کے لئے رکھ لی جائے (۱۷)۔

عن ابی هريرة قال رسول ﷺ مامن يوم يصبحُ العباد فيه الاملكان ينر لان فيقول احدهما للهم اعط منفقا خلفا و بقول الاخر اللهم اعط ممسكا تلفا(متفق علیہ)

حضورا کرمﷺ کا ارشاد ہے کہ روزانہ صبح کے وقت وفرشتے اترتے ہیں ایک دعا کرتا ہے کہ اے اللہ خرچ کرنے والے کا مال بڑھادے اور بخل کرنے والے کا مال برباد کردے۔(۱۸)

عن ابی امامة قال قال رسول ﷺ یاابن آدم ان تبذل الفضل خيرالك وان تمسكه شرالك والاتلام على كفاف وابدأ بمن تعول

آنحضورؐ کا فرمان ہے کہ "اے آدم کے بیٹے ضرورت سے زیادہ مال کو تو خرچ کرے تو یہ تیرے لیے بہتر ہے اور روک کر رکھے تو یہ تیرے لئے برا ہے اور بقدر کفایت روکنے پر ملامت نہیں اور خرچ کرنے میں اس سے ابتداء کر جس کی روزی تیرے ذمہ ہے۔(۱۹)۔

عن عقبة بن الحارث قال صليت وراء النبی ﷺ بالمدينة العصر فسلم ثم قام

مسرعا فتخطی رقاب الناس الی بعض حجرنسائة ففزع الناس من سرعته فخرج علیهم فرائی انهم قدعجبوامن سرعته قال ذکر ت شیئا من تیر عندنا فکرهت ان یحبسنی قامرت لقسمته

حضرت عقبہؓ کہتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ میں حضور اکرم ﷺ کے پیچھے عصر کی نماز پڑھی۔حضور ﷺ نے سلام پھیرا اور تھوڑی دیر بعد اٹھ کر عجلت کے ساتھ لوگوں کے کندھوں پر سے گزرتے ہوئے ازواج مطہرات کے گھروں میں سے ایک گھر میں تشریف لے گئے ۔لوگوں میں حضور ﷺ کے اس سرعت سے تشریف لے جانے پر تشویش ہوئی کہ نہ معلوم کیا بات پیش آئی ۔حضور ﷺ مکان سے واپس تشریف لائے تو لوگوں کی حیرت کو محسوس فرمایا۔اس پر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے سونے کا ایک ٹکڑا یاد آ گیا تھا، جو گھر میں رہ گیا تھا مجھے یہ بات گراں گزری کہ کبھی موت آ جائے اور وہ رہ جائے (اور میدان حشر میں)اس جوابدہی اور اس کا حساب مجھے روک لے اس لئے اس کو (جلدی) بانٹ دینے کا کہہ کر آیا ہوں ۔(۲۰)۔

عن ابی هریره قال قال رجل رسول الله ای الصدقة اعظم اجر اقال ان تصدق وانت صحیح شحیح تخشی الفقر وتامل الغنی ولا تمهل حتی اذا یلغت الحلقوم قلت لفلان کذا وقد کان لفلان

ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کونسا صدقہ ثواب کے اعتبار سے بڑھا ہوا ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا، یہ کہ تو صدقہ ایسی حالت میں کرے جب تندرست ہو، مال کی حرص دل میں رکھتا ہو اور اپنے فقیر ہو جانے کا ڈر اور مالدار ہونے کی تمنا ہو اور صدقہ کرنے کو اس وقت تک موخر نہ کرے کہ روح حلق تک پہنچ جائے اور تو یوں کہے اتنا مال فلاں اور اتنا مال فلاں کا حالانکہ اب مال فلاں (وارث) کا ہو گیا ہے۔(۲۱)۔

فی سبیل اللہ خرچ کرنے کے بارے میں حضور ﷺ کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ بخل اور تنگ دلی سے بچو کہ یہ برائیوں کی جڑ اور بدیوں کی ماں ہے اور اپنی کشادہ دلی میں اللہ کا رنگ اختیار کرو جو ہر وقت بے حدوحساب اپنے فضل کے دریا بہا رہا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان اپنے مال کی متعینہ زکوٰۃ ادا کردینے کے بعد بھی دین کے مالی مطالبات سے سبکدوش نہیں ہو جاتا۔اور اب بھی اس کے مال ودولت پر ''حق'' باقی رہ جاتا ہے اور یہ حق تین قسم کا ہو سکتا ہے۔(i)اپنے نفس کا، اس کے تزکیہ کے سلسلے میں،(ii)غریبوں کا بھی ان کی کفالت کے سلسلہ میں اور (iii) دین کا اس کی حفاظت اور نصرت کے سلسلہ میں ۔جہاں تک نفس کی پاکیزگی کا تعلق ہے واضح بات ہے کہ ''تزکیہ نفس'' کا حق تو قانون کی مجبوری ہے۔اگر کوئی مسلمان

اپنی ساری دولت بھی فقراء مساکین اور حاجتمندوں میں تقسیم کردے تو اس سے اس کے نفس میں پاکیزگی پیدا نہیں ہوسکتی۔ یہ پاکیزگی تو اس وقت پیدا ہوتی ہے جب وہ دل کے اضطراب سے رضائے الٰہی کے لئے انفاق فی سبیل اللہ کے احکامات پر کماحقہٗ عمل کرے۔(۲۲)

وعن ابی ھریرہؓ قال قال رسول اللہ ﷺ تعالی

انفق یاابن آدم انفق علیك

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔(۲۳)۔

سیرت النبیؐ کے معاشی پہلو کا درمیانی دور

ہجرت مدینہ کے فوراً بعد مواخات Economic Brothetr hood کے قیام کے بعد اللہ کے نبیؐ نے جہاں بیشتر ریاستی امور پر بھرپور توجہ دی وہاں معاشی معاملات کو ہمیشہ مقدم رکھا۔ غزوہ بدر سے لیکر غزوہ حنین تک اللہ تعالیٰ نے جہاں بیشمار معالی انعامات عطا کیے وہاں مال غنیمت کے بھی انبار لگائے گئے چناچہ نعیم صدیقی محسن انسانیت میں رقم طراز ہے۔ اسلامی فوج نے جگہ جگہ سے سمٹی ہوئی دولت کو قید سے نکالا اور گردش میں ڈال دیا۔ یہودی سودخواروں کی دولت جو عوام میں سے نچوڑی گئی تھی، قانون غنیمت کے تحت بہاؤ میں آئی۔ ثقیف والوں کی دولت ان کے قبضے سے نکلی اور عرب بھر میں پھیل گئی۔ اسی طرح مدینہ کے گردنواح کے جن جن شرپسند قبائل نے شورش اٹھائی، ان کے شیوخ اور دولت مندوں کے اموال کا ایک بڑا حصہ اسلامی فوج نے ان کے قبضے سے نکالا اور گردش میں ڈال دیا۔

اسلامی نظام جنگ بالکل نیا اخلاق ساتھ لایا۔ اس کے تحت سارا مال سوئی سوئی اور پائی پائی یک جا ہونے کے بعد کمانڈر کے حکم سے تقسیم ہوتا۔ پھر اس میں سے بیس فیصدی حصہ اسلامی خزانہ میں جاتا اور بڑی حد تک غربا اور حاجت مند طبقوں تک پہنچایا جاتا۔ اس طرح ملکی دولت میں ایک عمومی حرکت آگئی اور بعد میں جوں جوں معاشی قانون نافذ ہوتے گئے اس کے بہاؤ کو انضباط میں لے لیا گیا۔(۲۴)

پھر اسلامی ریاست نے تمام ان طبقوں سے جو زمینوں، مویشیوں یا تجارتی سرمایہ کے مالک تھے۔ مسلم ہونے کی صورت میں زکوٰۃ اور غیر مسلم ہونے کی صورت میں خراج اور جزیہ کی آمدنیاں حاصل کیں اور ان آمدنیوں (خصوصاً زکوٰۃ) کا ایک عظیم

حصہ غریب طبقوں کے لیے مخصوص کر دیا۔ ہر سال غلے، کھجوروں اور مویشیوں کی ایک بھاری مقدار امرا سے غربا کی طرف منتقل ہونے لگی۔

مدینہ کی مرکزی سوسائٹی میں سماجی مساوات کے ساتھ اقتصادی اخوت (Economic brother hood) کا انتہائی کامیاب تجربہ محسنؐ انسانیت نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ سارا عرب دیکھ رہا تھا کہ گھروں سے اکھڑے ہوئے لوگ، تہی دست غلام، فاقہ مست بدو اور اللہ مست قسم کے نوجوان جب اسلام کے سایہ رحمت میں چلے جاتے ہیں تو ایک طرف تو وہ بڑے بڑے خاندانی اشراف کے شانے سے شانہ ملا کے کھڑے ہوتے ہیں۔ اور پھر وہ کس بے خوفی سے متکبر ترین مخالفین کو چیلنج کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کی ساری پریشانیوں کا مداوا ہونے لگتا ہے۔ ٹھکانا بھی مل جاتا ہے، روزگار بھی پیدا ہو جاتا ہے، اسلحہ بھی مہیا ہو جاتا ہے۔ سواری بھی کبھی نہ کبھی ہاتھ آ جاتی ہے اور نکاح کے لیے بھی راستے نکل آتے ہیں۔ پھر اسلامی نظام اخوت کی یہ برکات صرف مدینہ ہی تک محدود نہ تھیں۔ بلکہ چاروں طرف آہستہ آہستہ پھیلنے لگیں اور ایک دن آیا کہ سارا عرب ان سے یکساں فیض یاب تھا۔

اس سماجی مساوات اور اقتصادی اخوت کے نظام کو عرب کے عوام دور سے اس طرح محسوس کرتے ہوں گے جیسے وہ آسمانی دنیا کی کوئی جنت ہو جس میں عقیدہ و توحید کی کنجی سے داخلہ ملتا ہے۔ آخر وہ سماجی اور معاشی کبریائیوں تلے پسنے والے لوگ کیسے ارمان نہ کرتے ہوں گے کہ وہ بھی اس جنت میں جگہ پائیں۔ (۲۵)

محسن انسانیت ﷺ نے عرب کے عام انسان کی مشکلات کو ملحوظ رکھ کر ذاتی طور پر بھی حد درجہ کے جود و سخا کا مظاہرہ کیا اور با حیثیت صدر ریاست بھی بڑی فراخ دلانہ اور کریمانہ پالیسی اختیار کی۔ ذاتی ملک میں کبھی کوئی مال جمع نہ رہنے دیا۔ بلکہ جلد سے جلد اسے مقامی حاجت مندوں اور بیرونی سائلوں میں تقسیم فرما دیتے۔ حکمران کی حیثیت میں بیت المال میں کبھی کوئی رقم پڑی نہ رہنے دی۔ بلکہ جب کوئی حاجت مند سامنے آیا تو جو کچھ ممکن ہوا اسے دلوا دیا۔ **حضور ﷺ کی نگاہ میں اصل اہمیت انسان کی تھی۔ اور دولت کو انسانیت کی خادمہ قرار دیا۔** حد یہ تھی کہ بسا اوقات بیت المال اور ذاتی ملک میں کچھ نہ ہوا تو سائلوں کی امداد کے لیے قرض تک لیا۔ (شمائل ترمذی) دور دور سے مصیبت کے مارے دیہاتی اور صحرائی ان فیاضوں کا چرچا سن کر مدینہ آتے۔ اور اس دریائے سخاوت سے جام بھر بھر کے رخصت ہوتے۔ مشہور واقعہ ہے کہ ایک بار ایک بدو آیا اور حضورؐ کی چادر کھینچ کر اکھڑ پن سے کہنے لگا۔ ''محمد (ﷺ) یہ مال خدائی مال ہے۔ تمہیں کچھ اپنے مال یا اپنے باپ کے مال میں سے نہیں دینا ہے۔ لاؤ ایک بار شتر مجھے لدوا دو''۔ اس مجسمہ رحمت نے قدرے سکوت کے بعد ٹھنڈے انداز میں

فرمایا۔''بے شک یہ مال خدا کا مال ہے اور میں اس کا غلام ہوں۔'' پھر حکم دیا کہ ایک بار شتر جو اور ایک بار شتر کھجوریں مدد کو دی جائیں۔ وہ خوش رخصت ہوا۔ ایک مرتبہ بحرین سے خراج کی بڑی کثیر دولت آئی کہ اس سے زیادہ مال کبھی مرکز حکومت میں نہ آیا تھا۔ حضورؐ نے صحن مسجد میں اس کا ڈھیر لگوایا اور پھر جو آتا گیا اسے دیتے گئے۔ یہاں تک کہ کپڑے جھاڑ کر اٹھے۔ اور گھر تشریف لے گئے۔ داد و دہش کے ایسے واقعات مدینہ میں نت ہوتے اور مختلف اطراف سے مسافر، سائل اور حاجت مند آ آ کر مستفید ہوتے۔ یہ لوگ جب علاقوں میں جاتے ہوں گے، تو اسلامی حکومت کی غریب پروری کی مجسم داستانیں بن کے جاتے ہوں گے۔ ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ ان داستانوں سے کتنے دلوں نے اثر قبول کیا ہوگا اور کتنے سینے اسلام کے لیے کھل گئے ہوں گے۔

اسلامی ریاست کے سربراہ اعلیٰ کی فیاضانہ پالیسی کے ذہنی اثرات کا اندازہ دوسری ایک مثال سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ ایک شخص آیا اور اس نے اپنی معاشی بدحالی کا دکھڑا رونے کے بعد سوال کیا۔ حضورؐ نے پہاڑیوں کے درمیان چرتی ہوئی بکریوں کا ایک ریوڑ اسے عنایت فرمایا۔ وہ یہ عطیہ پا کر جامے میں پھولا نہ سماتا تھا اور قبیلہ میں جا کر کہتا پھرا۔ کہ ''اے لوگو! اسلام قبول کرو! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ایسی سخاوت کرتے ہیں کہ تنگ دستی کا خطرہ باقی نہیں رہتا'' (المواہب اللدنیہ) اسی طرح صفوانؓ بن امیہ کا خود اپنا بیان ہے کہ حضورؐ نے مجھے کچھ مال عطا کیا (جس میں تین سو بکریاں تھیں تو اس عنایت کا مجھ پر یہ اثر ہوا کہ جہاں اس سے قبل آپؐ سے بڑھ کر کوئی شخص مجھے ناپسند نہ تھا وہاں اب آپؐ سے زیادہ کوئی محبوب نہ رہا۔ ذیل کا شعر اسی واقعہ سے متعلق ہے۔

هو الذی لا یتقی فقرا اذا بعطی و لو کثر الانام و داموا

یہ وہ ہستی ہے جو عطا و بخشش پہ آتی ہے تو اسے تہی دست ہو جانے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ خواہ اس کے سامنے کتنی ہی کثیر مخلوق کیوں نہ سائل بن کے آئے اور متواتر یہ تانتا بندھا رہے۔ (۲٦)

سخاوت کے اسی عام چرچے کا نتیجہ تھا کہ حنین کے اموال تقسیم کر کے آپؐ واپس ہوئے، تو آس پاس کے بدو دوڑے دوڑے آئے۔ اور آ کر لپٹ گئے کہ ہمیں بھی کچھ عنایت ہو۔ حضورؐ نے پریشانی کے عالم میں ایک درخت کے تنے کا سہارا لیا اور معذرت کرتے ہوئے کہا کہ ''ان جنگلی درختوں کے برابر بھی میرے پاس اونٹ ہوتے تو میں سب تم میں بانٹ دیتا۔ تم مجھے نہ بخیل پاتے، نہ غلط گو اور نہ کم حوصلہ''۔ (۲۷)

معاشی بدحالی میں پسے ہوئے لوگوں کو سنبھالنا اور ان کی ذہنی پستی سے نکالنا اسلام کے بالکل اصولی تقاضوں میں شامل تھا۔ انسانیت کے وہ طبقات تو بڑے ہی قابل رحم ہوتے ہیں جو معاشرہ کے ظلم کی وجہ سے پیٹ کے مسئلے میں اس بری طرح گھر

جاتے ہیں کہ زندگی کے اعلیٰ تقاضوں پر توجہ تک کرنے کا انہیں موقع نہیں ملتا۔ایسے مصیبت کے ماروں کو تو شاید عنداللہ بھی کچھ رعایت مل جائے۔عرب کی بیشتر آبادی اسی حال میں تھی۔اوران کو جہاں کلمہ طیبہ کی ضرورت تھی وہاں روٹی کپڑے کی بھی محتاجی تھی۔مدینہ کے لیے نئے معاشی نظام اخوت سے بہرہ مند ہونے والوں کو شاید پہلی بار موقع ملا ہوگا کہ وہ بدن کی ابتدائی ضروریات کے لیے گھٹیا الجھاؤں سے بالاتر ہو کر زندگی کے اعلیٰ مسائل پر سوچیں۔عظیم حقیقتوں کو سینے میں جگہ دیں۔اور قیمتی اخلاقی اقدار کو اپنے اندر نشوونما دیں۔لازماً اقتصادی اصلاح نے اسلام کے پھیلاؤ کے لیے راستے ہموار کیے ہوں گے۔اسلام کا معاشی نظام تو بعد میں تکمیلی شکل تک پہنچا ہوگا جب کہ اس کے سارے اصول نافذ ہو کر کام کرنے لگے ہوں گے۔لیکن ابتدائی آثار ہی سے عوام کی امیدیں مدینہ سے وابستہ ہوگئی ہوں گی۔کہ یہاں سے ہمیں نورحق کے ساتھ ساتھ معاشی مسئلے کا حل بھی حاصل ہونے والا ہے۔

مبنی برزکوٰۃ معاشی نظام کا قیام تیسرا دور

معاشی معاملات کا خصوصی مدنی دور

جب مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست تشکیل پا گئی اور مسلمانوں کا اقتدار قائم ہوگیا تو زکوٰۃ کے بارے میں رہنمائی کرنے والی ہدایات کو قانون کی حیثیت حاصل ہوگئی اور ساتھ ہی قوانین کے نفاذ کے لئے قوت سے کام لینا بھی ناگزیر ہو گیا۔مدینہ منورہ میں منظّم حکومت کے قیام کے بعد فرضیت زکوٰۃ کی شرائط،مختلف اموال کے نصاب اور زکوٰۃ کے مصارف مقرر کر دیئے گئے اور زکوٰۃ کی وصولی اور اموال زکوٰۃ کی مستحقین میں تقسیم کے لیے عاملین زکوٰۃ کا تقرر عمل میں آیا اور ادارہ زکوٰۃ کا لائحہ عمل اور دائرہ کار طے پا گیا۔اب بھرپور طریقہ سے احکامات جاری کر دیے گئے جن کی بنیاد پر اسلامی ریاست ایک طاقت ور ریاست بن گئی۔اس مقالہ میں ہم اسے مبنی برزکوٰۃ معاشی نظام کا نام دیں گے۔کیونکہ نص سے یہ بات ثابت ہے کہ احکامات الٰہی اور اقدامات نبویؐ نے سن 2 ہجری تا 9 ہجری تک مسلسل اس نظام کی مضبوطی پر زور دیا اور عاملین زکوٰۃ کی تقرری فرما کر ایک ایسا مضبوط معاشی ڈھانچہ قائم کر دیا تھا جو تقریباً چھ سو سال تک اسلامی دنیا کے معاشی نظام کا مضبوط ترین ستون بنا رہا۔

فَاقْتُلُو الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُولَهُمْ كُلَّ مَرْ
صَدٍ فَان تَابُواوَأَقَامُواالصَّلَوةَ وَءَ اتُوالزَّكَوٰةَ فَخَلُوا سَبِيلِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوررَّحِيمٌ

مشرکین کو قتل کرو جہاں پاؤ اور انہیں پکڑو اور گھیرو، ہر گھات میں ان کی خبر لینے کے لئے بیٹھو۔ پھر وہ اگر توبہ کر لیں

نماز قائم کرنے لگیں اور زکوٰۃ دینے لگیں تو انہیں چھوڑ دو بے شک اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔(۲۸)

اس آیت میں جنگ بند کر دینے اور فریق مقابل کا راستہ چھوڑ دینے کی تین شرائط بیان کی گئیں ہیں۔

۱۔ مشرکین شرک سے توبہ کر کے اس امر کی شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

۲۔ نماز قائم کرنے لگیں۔

۳۔ مالدار اور صاحب نصاب لوگ اپنے اموال پر فرض ہونے والی زکوٰۃ ادا کریں یہ مسلمانوں کے درمیان ایک اجتماعی سیاسی اور مالی عبادت ہے۔اسی سورت میں ارشاد ربانی ہے۔

چنانچہ عبداللہ بن مسعودؓ ارشاد فرماتے ہیں۔

دین اسلام کی تکمیل نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے سے ہوتی ہے اور جس نے زکوٰۃ نہیں دی اس کی نماز نہیں ہوتی۔اس بات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا:

امرت ان اقابل الناس حتی یشھدواان لااله الا
الله وان محمدا رسول الله ویقموالصلوة
ویوتوالزکوة فاذافعلوه عصمو منی دماتھم
واموليهم وحسابهم علی الله

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ان لوگوں (اہل عرب) سے جنگ کرتا رہوں یہاں تک وہ اللہ کے معبود ہونے اور محمد ﷺ کے رسول خدا ہونے کی گواہی دے دیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، جب وہ ایسا کر لیں گے تو اسی وقت مجھ سے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو محفوظ پا سکیں گے اور اس کے بعد ان کا حساب لینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔(۲۹)۔

نہ صرف یہ کہ کسی مشرک اور کافر کا مسلمان ہونا ادائے زکوٰۃ کے بغیر معتبر نہ سمجھا جائے گا بلکہ مسلمانوں میں سے اگر کوئی زکوٰۃ دینے سے انکار کر دے تو اسلامی حکومت اس کی سرکوبی کے لئے اقدامات کرے گی۔

صلوٰۃ و زکوٰۃ کی اہمیت کے پیش نظر بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ نماز حقوق اللہ کا اور زکوٰۃ حقوق العباد کا مغز اور جوہر ہے۔زکوٰۃ کی اسی امتیازی حیثیت کی بنا پر فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے جو صاحب نصاب مسلمان تمام شرائط پوری ہونے کے باوجود زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کی نماز بھی نہیں ہوتی۔

مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی ''نظام زکوٰۃ'' کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے عاملین

زکوٰۃ کی تقرری کا سلسلہ شروع ہوگیا۔اور زکوٰۃ سے متعلقہ عوامل کو خاطر خواہ اہمیت حاصل ہوگئی۔

وَاَقِمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰءَ تُوالزَّکٰوۃَ

نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔

اس آیت میں نہایت واضح طور پر اور صراحت کے ساتھ زکوٰۃ کی فرضیت کا حکم دیا گیا ہے۔آ گے چل کر آخری دور میں نازل ہونے والی سورۃ التوبہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مساجد تعمیر کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ کون لوگ ہیں جن کا عمل اس کے نزدیک زیادہ مقبول ہے۔(۳۰)

انما یعمر مسجد اللّٰہ من ء امن باللّٰہ و الیوم الاخر و اقام الصلوٰۃ و ء اتی

الزکوۃ و لم یخش الا اللہ فعسی اولٰئِک ان یکونو من المھتدین

اللہ کی مساجد کے آباد کار تو وہی لوگ ہو سکتے ہیں جو اللہ اور روز آخرت کو مانیں اور نماز قائم کریں۔زکوٰۃ دیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں اور ان سے یہ توقع ہے کہ سیدھی راہ چلیں گے۔(۳۱)

فقہا کی رائے ہے کہ دنیاوی مال ومتاع کی محبت اور ان کو خرچ کرنے میں بخل انسانی فطرت میں داخل ہے۔لہذا اس کی فرضیت میں سخت ترین الفاظ میں ''وعید'' وارد ہوئی ہے تاکہ دولت مند لوگ خوف خدا سے ڈر کر اس کے عطا کردہ مال کو اس کی ہدایات کے مطابق خرچ کرنے کی جانب مائل ہوں۔

سورۃ توبہ میں جہاں زکوٰۃ کی دیگر حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔وہاں ان مصارف کا بھی واضح طور پر بیان ہوا ہے جن میں زکوٰۃ کے محاصل صرف کئے جائیں گے۔باری تعالیٰ نے اموال زکوٰۃ کے مصارف کا واضح طور پر تعین فرما کر لالچی لوگوں کی امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے اور بدخواہوں کے راستے بند کردیئے ہیں۔اس بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَمِنۡهُم مَّن يَلۡمِزكَ فِى الصَّدَقَتِ فَان اُعطُو مِنۡهَا رَضُوَاوِاِن

لَّمۡ يُعطَوا مِنۡهَا اِذا هُمۡيَسخَطُونَ(۵۸)وَلوۡ اَنَّهُمۡ رَضُوَاماۤ ءَ اتَهُم

اَللّٰهُ وَرَسُولَهُ، وَقَالُو حَسۡبُنَاَ اللّٰهُ سَيُوتِينَا اللّٰهُ من فضلهِ، وَرَسُولَهُ، انَّا

الىَ اللّٰهِ رَاغِبُون(۵۹) انما الصَّدَقَتُ لِلۡفُقَرَآءِ والۡمَسٰكِينِ والعملين

عَلَيهَا والۡمُو لَّفَةِ قُلُوبُهُمۡ وَفىُ الرقابِ والغرمين وَفى سبيل اللّٰهِ

وابن السبيل فَرِضَةَ من اللّٰهِ ، وَاللّٰهُ عليمُ حكيم(۳۲)

اے نبیؐ ان میں سے بعض لوگ صدقات کی تقسیم میں تم پر اعتراضات کرتے ہیں اگر اس مال میں سے انہیں کچھ دیا جائے تو

خوش ہوجائیں اور نہ دیا جائے تو بگڑنے لگتے ہیں۔ کیا اچھا ہوتا کہ اللہ اور اس کے رسول نے جو کچھ بھی انہیں دیا تھا اس پر وہ راضی رہتے اور کہتے کہ اللہ ہمارے لئے کافی ہے وہ اپنے فضل سے ہمیں اور بہت کچھ دے گا اور اس کا رسول بھی ہم پر عنایت فرمائے گا۔ ہم اللہ ہی کی طرف نظریں جمائے ہوئے ہیں۔ یہ صدقات تو دراصل فقیروں اور مسکینوں کے لئے ہیں اور ان لوگوں کیلئے جو صدقات کے کام پر مامور ہیں اور ان کے لئے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو۔ نیز یہ گردنوں کو چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے میں اور راہ خدا میں اور مسافر نوازی میں استعمال کرنے کے لئے ہیں۔ یہ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور دانا و بینا ہے۔

اس سورت میں باری تعالیٰ نے مصارف زکوٰۃ کا واضح طور تعین فرما دیا ہے اور تقسیم زکوٰۃ کا ایک ضابطہ مقرر کر کے اس کے آٹھ مصارف کا تعین فرما دیا ہے۔ اور ایمان والوں کے نزدیک یہ امر مسلمہ ہے کہ اللہ کی تقسیم ہی یقینی طور پر عدل وانصاف پر مبنی ہوسکتی ہے۔

اس آیت میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ زکوٰۃ کی وصولی اور اموال زکوۃ سے مصارف عمل میں لانے کی ذمہ داری افراد کی نہیں ہے بلکہ یہ کام حکومت اور ریاست کا ہے۔

اسی سورت میں زکوٰۃ کے امور کی سرانجام دہی کے متعلق اپنے رسول ﷺ کو اور آپؐ کی امت کے معاملات میں آپ کی نیابت کرنے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ

عَلَيْهِمْ انَّ صَلَوٰتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ واللّٰهُ سَمِعُ عَليمُ

اے نبیؐ تم ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) لے کر انہیں پاک کرو اور انکا تزکیہ کرو اور (نیکی کی راہ) میں انہیں بڑھاؤ اور ان کے حق میں دعائے رحمت کرو کیونکہ تمہاری دعا ان کے لئے باعث تسکین ہوگی اور اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے (۳۳)

اس امر کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے کہ زکوٰۃ مال کی کسی ایک قسم پر ہی نہیں بلکہ تمام اقسام کے مالوں پر عائد ہوتی ہے۔ مزید برآں یہاں یہ ہدایت بھی ملتی ہے کہ زکوٰۃ کا وصول کرنا سربراہ حکومت اور اس کے عمال ہی کے فرائض میں شامل ہے۔ فرمانِ الٰہی ہے۔

ووحمتی وسعت کل شیء فساکتبها للذین یتقون

ویوتون الزکوة والذین هم بایتنا یومنون

اور میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے اور اسے میں ان لوگوں کے حق میں لکھوں گا جو نافرمانی سے پرہیز کریں گے، زکوٰۃ دیں گے اور میری آیات پر ایمان لائیں گے۔(۳۴)

اللہ رب العالمین کا دوٹوک اعلان ہے کہ جب تک کوئی شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور اس کے رسول اور مومنین کی رفاقت کا مستحق نہیں ہوسکتا۔ اور انفاق فی سبیل اللہ پر اس وقت تک زکوٰۃ کی تعریف صادق نہیں آسکتی جب تک اقامت دین کی اس جدوجہد کا ساتھ نہ دیا جائے۔ جو نظام حق کے قیام کے لئے ہو رہی ہو اور جب تک کوئی شخص ایتائے زکوٰۃ کا فریضہ کما حقہ ادا نہ کرے وہ پروردگار عالم کی حفاظت اور اس کے رسول اور مومنین کی رفاقت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ ارشادِ ربانی ہے۔

ولینصرن اللّٰہ من ینصرہٗ اِنَّ اللّٰہ لقویُ عزیزُ(٤٠) الَّذین ان مکنّنھم فی الارض اقامو الصلوۃ وء ا توا الزکوۃ وأَمَرُوا بالْمَعروفِ ونھوا عن الْمنکر وللّٰہِ عقبۃ الامور

اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اسکی مدد کریں گے اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے۔ (اللہ کی نصرت کے مستحق) وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ اقامت صلوۃ کریں گے ایتائے زکوٰۃ کا اہتمام کریں گے، معروف (نیکیوں) کو فروغ دینے اور منکرات (بدیوں) کو دبانے کا انتظام کریں گے۔ اور تمام معاملات کا انجام اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔(۳۵)

فقہاء اور دور حاضر کے مفکرین اسلام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت میں اسلامی حکومت کے نصب العین اور اس کے عمال اور کارفرماؤں کی صفات بیان کی گئی ہیں۔

سورہ توبہ میں زکوٰۃ کی فرضیت کے احکام اور قوانین کا نزول ۲ ہجری میں ہوا اور ۹ ہجری میں زکوٰۃ کے تمام احکامات مکمل ہو گئے اور زکوٰۃ کی وصولی کے لئے عاملین زکوٰۃ کا تقرر بھی عمل میں آ گیا۔ حضورﷺ نے زکوٰۃ کی وصولیابی کی اہمیت اور تقدس کے پیش نظر اس خدمت کے لئے قبائل کے زعما اور ثقہ افراد کو مامور فرمایا تھا۔ پھر حضور اکرمﷺ کے وصال کے بعد خلفیہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نظام کو کما حقہ مضبوط کر دیا۔

عمال الصدقات (افسران محصول) عاملین زکوٰۃ کی تقرری

صدقات اور جزیہ کی فرضیت کے بارے میں عام طور سے مسلم فقہاء اور علماء کا یہ خیال ہے کہ وہ فتح مکہ کے بعد کسی وقت روبہ عمل ہوئی تھی جب قرآن کریم کی متعلقہ آیت کریمہ کا نزول ہوا تھا جس کے مطابق خدائے ذوالجلال نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا کہ ان کے مالوں سے صدقہ لیجئے اور ان کو اس کے ذریعہ پاک وصاف کیجئے۔ طبری کیا بیان ہے کہ یہ

آیت کریمہ ۹ھ/ ۶۳۰-۶۳۱ء میں کسی وقت نازل ہوئی تھی اور اسی بناء پر صدقہ ''اس برس'' فرض ہوا تھا۔(۲۱۸) تقریباً یہی دعویٰ جزیہ کی فرضیت کے بارے میں کیا جاتا ہے۔

صدقات و محاصل کی وصولیابی کا گہرا تعلق وصولیابی کے افسروں کی تقرری کے نظام سے تھا۔ اگر چہ ''ولایت'' کے والی ان کی وصولیابی اور صدرِ مقام ریاست اسلامی کو روانگی کے ذمہ دار تھے تاہم ان کے جمع و وصول کا ایک الگ مکمل اور جامع نظام تھا جو عہد نبوی میں وقوع پذیر ہوا اور رفتہ رفتہ تکمیل کے مدارج طے کرتا ہوا کمال کو پہنچا۔ محاصل ادا کرنے والوں سے صدقات اور جزیہ وصول کرنے کے لیے خاص افسر مقرر کیے جاتے تھے جن کے مختلف نام تھے۔ سب سے زیادہ معروف و عام لفظ ''عامل'' ہے اور قرآن کریم نے یہی لفظ استعمال کیا ہے ان کے علاوہ مخصوص اصطلاحات کا استعمال بھی مآخذ میں مفقود نہیں ہے جیسے صاحب العشور (عشر کا افسر) ولاۃ علی الجزیۃ (جزیہ کے افسر) صاحب الخراج (خراج کا افسر) وغیرہ۔ مآخذ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محاصل و صدقات کی وصولیابی کا نظام درجہ بندی پر مشتمل اور دُہرا تھا۔ ہر علاقے (ولایت) یا قبیلہ میں کچھ مقامی محصلین ہوتے تھے جو محاصل دہندوں سے براہِ راست صدقات و جزیہ وصول کرتے تھے۔ یہ مقامی افسر صدقات ہوتے تھے۔ مرکزی سطح پر ریاست اسلامی کی نمائندگی کرنے والے افسرانِ صدقات ان مقامی افسروں سے جمع شدہ رقوم وصول کر کے مرکز پہنچاتے یا اس کی ہدایت کے مطابق صرف کرتے تھے۔(۳۵) پہلے ہم مرکزی افسرانِ صدقات کے نظام سے بحث کریں گے۔

(ا) مرکزی عاملینِ صدقات / زکوٰۃ

ایسے تمام عاملین صدقات جن کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم براہِ راست اس عہدہ پر مقرر کر کے مدینہ سے بھیجتے تھے اور ان کو مختلف علاقوں اور قبیلوں میں تعینات کرتے تھے اس زمرے میں آتے تھے۔ عام طور سے ان مرکزی افسروں کا علاقائی یا قبائلی تعلق اپنی تقرری کے علاقوں سے نہیں ہوتا تھا۔ ان میں اور مقامی عاملین صدقات واضح امتیاز موجود ہوتا تھا۔ یہ مرکزی افسر اپنے علاقوں یا قبیلوں کے صدر مقام پر قیام پذیر رہتے تھے اور براہِ راست صدقات دہندوں سے رابطہ نہیں رکھتے تھے۔ وہ صرف مقامی افسرانِ صدقات سے تعلق رکھتے تھے۔ دوسری جانب مقامی صدقات کے عاملین اپنے لوگوں سے صدقات وصول کرتے تھے اور ان کی مجموعی رقوم اپنے متعلقہ مرکزی افسروں کے حوالے کر دیتے تھے۔ کبھی کبھی مقامی عاملین صدقات مرکزی افسروں کا کام کرتے تھے اور جمع شدہ رقوم خود لے کر مدینہ منورہ پہنچ جاتے تھے۔

تمام مرکزی عاملین صدقات کو (اور مقامی افسروں کو بھی) عام طور سے ایک پروانہ تقرری ملتا تھا جس میں نہ صرف عاملین کے لیے ہدایات و احکام درج ہوتے تھے بلکہ ان لوگوں کے لیے بھی ہدایات ہوتی تھیں جن کے پاس وہ بھیجے جاتے تھے۔ ابن

سعد کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مکتوب مشترکہ طور پر قضاعہ کے سعد ندیم اور جذام کو عطا فرمایا تھا جس میں ''صدقہ'' کے فرائض بیان کیے گئے تھے اور ان سے یہ بھی مطالبہ کیا گیا تھا کہ وہ اپنے تمام ''صدقہ اور خمس'' وہ سفیران وافسرانِ نبوی حضرات ابی بن کعب اور عنبسہ کو ادا کریں۔ اسی طرح کی ہدایات حضرات عمرو بن حزم اور وائل بن حجر حضرمی کے پروانوں میں تحریر تھیں۔ واضح رہے کہ یہ دونوں مذکورہ بالا افسر بالترتیب نجران اور حضرموت کے مرکزی اور مقامی عاملین بھی تھے۔ اسی طرح کی ہدایات نبویؐ متعدد دوسرے مراسلات نبویؐ میں بھی مندرج تھیں ان کے علاوہ عاملین صدقات کو کچھ اخلاقی ہدایات بھی دی جاتی تھیں جو اسلامی مزاج حکومت کی بہتر نمائندگی کرتی ہیں۔ مثال کے طور پر صدقات کے افسروں کو حکم تھا کہ وہ لوگوں کی دولت کا خواہ وہ مویشیوں کی شکل میں ہو یا نقد و جنس کی صورت میں بہترین حصہ، صدقہ و جزیہ میں وصول نہ کیا کریں۔ ان پر ظلم و ستم نہ کریں۔ ان کا استحصال نہ کریں۔ واجب صدقہ /رقم/ تعداد مقدار سے زیادہ وصول نہ کریں یا ناجائز طریقے نہ اختیار کریں۔ اسی طرح ان کو یہ بھی حکم تھا کہ وہ لوگوں کے چراگاہوں (مراعی) (اور گھروں سے) صدقہ وصول کریں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ عاملین صدقات خود محاصل دہندوں کے پاس جایا کریں اور ان کو اپنے پاس اپنے پڑاؤ پر آنے کی زحمت نہ دیا کریں۔

یہ اور ایسی دوسری ہدایات نے فرض شناسی اور ایمان قلب کے جوہر کے ساتھ مل کر صدقات و جزیہ کی ادائیگی کو عوام کے لئے ایک خوشگوار فرض بنا دیا تھا جس میں تلخی سے زیادہ خوشدلی، بوجھ سے زیادہ تعاون اور کدورت سے زیادہ مسرت کا احساس شامل تھا۔

یہ امر کے عاملین صدقاتِ نبوی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی مکمل تعمیل کرتے تھے۔ حدیث وسنت کے متعدد مآخذ کی روایات سے ثابت ہوتا ہے نسائی نے حضرت سوید بن غفلہ کی روایت بیان کی ہے کہ ایک بار ان کے پاس ایک مصدق آیا اور اس نے مویشیوں کی ان تمام اقسام کو بالتصریح بیان کیا جن کا صدقہ میں لینا ممنوع تھا۔ اسی موقعہ پر ایک صدقہ دہندہ ایک بہت عمدہ قسم کی اونٹنی صدقہ میں دینے کے لیے لایا مگر مصدق نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے بہترین ''اموال'' وصول کرنے سے احتراز کی ہدایت دی تھی۔ چنانچہ اس نے ایک اوسط درجہ کا جانور قبول کیا۔ اسی قسم کا ایک اور واقعہ یہ ہے کہ بار دو عاملین صدقات ایک مسلمان کے پاس پہنچے جو اپنے جانور ایک چراگاہ میں چرا رہا تھا اور اس کے مویشیوں کا صدقہ اس سے طلب کیا۔ اس مسلمان نے ایک عمدہ دودھاری بکری پیش کی مگر دونوں نے اس کو قبول کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ اعلیٰ نسل کی تھی۔ چنانچہ وہ ایک عام قسم کی بکری صدقہ میں لے کر چلے گئے۔

مآخذ سے واضح ہوتا ہے کہ مرکزی عاملین صدقات اکثر و بیشتر عہدہ دار ہوتے تھے۔ عام طور سے وہ ایک متعین علاقے میں یا متعین قبیلے کے افسر صدقات ہوتے تھے اور بعض حالات میں ان کے کام یا کارکردگی کے علاقے بدل سکتے تھے۔(۳۶)

عہد نبویؐ میں مرکزی عاملین صدقات کے دو طبقے تھے ان میں سے اکثر و بیشتر مستقل عہدہ دار تھے جو برابر اپنے کام سرانجام دیتے رہتے تھے اور کچھ ایسے بھی تھے جو عارضی طور سے صدقات کی وصولی کا کام بعض مخصوص سیاسی یا معاشی اسباب کی وجہ سے انجام دیتے تھے۔(۳۷)

عام طور پر مآخذ کا رجحان یہ ہے کہ وہ عہد نبویؐ میں عاملین صدقات کی تقرری کا زمانہ اور تاریخ یکم محرم ۹ھ/۳۰ اپریل ۶۳۰ء بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس روز سعید کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جعرانہ سے اپنی واپسی کے بعد جزیرہ نمائے عرب کے مختلف علاقوں اور قبیلوں کے لیے متعدد مرکزی عاملین صدقات روانہ فرمائے تھے۔ لیکن جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ عاملین صدقات کی یہ ''پہلی تقرری'' یا پہلی روانگی نہیں تھی۔ اور ظاہر ہے کہ وہ آخری تقرری بھی نہ تھی۔ مورخین نے اس سے عموماً یہ تاثر لیا ہے کہ محصلین کی یہ پہلی تقرری تھی ظاہر ہے کہ تاریخی اعتبار سے یہ تاثر دعویٰ غلط ہے کہ کیونکہ اس تاریخ سے بہت پہلے صدقات کے افسر مقرر ہو چکے تھے۔ اس ضمن میں یہ تاریخی حقیقت ذہن نشین رکھنی چاہے کہ مدنی حیات طیبہ کے دور میں جب جب کوئی علاقہ یا قبیلہ اسلامی امت یا اسلامی ریاست کا حصہ بنا تب تب مرکزی اور مقامی عاملین صدقات کا تقرر عمل میں آیا تھا۔ اس خیال و حقیقت کی تصدیق طبری کے ایک بیان سے ہوتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امیروں اور صدقات کے عاملوں کو ان تمام علاقوں (البلدان) میں سے ہر ایک مرتب کردہ اس فہرست عاملین صدقات سے بھی اس کی ضمناً تائید ہوتی ہے جس کے مطابق محرم ۹ھ /اپریل ۶۳۰ء میں وہ بھیجے گئے تھے۔ واقدی کی روایت کے مطابق افسرانِ صدقت اور ان کے علاقے حسب ذیل تھے۔

۱۔	حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی	بنو اسلم اور بنو غفار
۲۔	حضرت عباد بن بشر اشہلی	سلیم اور مزاینہ
۳۔	حضرت رافع بن مکیث جہنی	جہنیہ
۴۔	حضرت عمرو بن عاص سہمی	فزارہ
۵۔	حضرت ضحاک بن سفیان کلابی	بنو کلاب وغیرہ
۶۔	حضرت بسر بن سفیان کعبی	بنو کعب/ خزاعہ
۷۔	حضرت ابن اللتبیہ ازدی	بنو ذبیان

۸۔ ایک نامعلوم صحابی (بنوسعد بن ندیم کے فرد) بنوسعد بن ہذیم (۳۸)

ابن سعد نے اپنے استاد کی مذکوہ بالا فہرست کی تائید کرتے ہوئے صرف ایک اور مصدق کا اضافہ کیا ہے۔ چنانچہ ان کے مطابق حضرت عینیہ بن حسن فزاری کو بنوتمیم کے لیے اسی زمانہ بلکہ اسی دن روانہ کیا گیا تھا۔اس فہرست عاملین صدقات سے بعض بڑے دل چسپ نکات روشنی میں آتے ہیں۔ یہ کس قدر دلچسپ اور اہم حقیقت ہے کہ مذکورہ بالا تمام صدقات دہند وقبیلوں کا تعلق اسلامی ریاست کے مرکزی علاقوں سے تھا۔ان میں سے غالب اکثریت ان کی تھی جو قدیم مدنی دور کے مسلم تھے۔اس کے علاوہ بیشتر عاملین صدقات کا تعلق انہیں صدقات دہندہ قبیلوں سے تھا۔اگر چہ کچھ''آفاقی''یا غیر ملکی بھی تھے۔ طبری کی فہرست امیران و عاملین صدقات عہد نبوی میں جن افسروں کے نام شامل تھے وہ اور ان کے علاقے حسب ذیل ہیں:۔

۱۔	حضرت مہاجر بن ابی امیہ مخزومی	صنعاء
۲۔	حضرت زیاد بن بیاضی	حضرموت
۳۔	حضرت عدی بن حاتم طائی	طےاوراسید
۴۔	حضرت علا بن حضرمی	بحرین
۵۔	حضرت علی بن ابی طالب ہاشمی	نجران
۶۔	وہ گمنام صحابہ کرام	بنوسعد

یہ فہرست نہ صرف یہ کہ بہت مختصر ہے کہ بلکہ بعد کے زمانے کی ہے۔اس کے علاوہ اس میں گورنروں اور مبلغوں کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔

جب عاملین صدقات اپنے اپنے علاقوں سے صدقات لے کر مدینہ منورہ پہنچتے تھے تو ان کا با قاعدہ''محاسبہ''ہوتا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پورا حساب کتاب لیتے تھے۔مسلم کی ایک حدیث کے مطابق حضرت ابن اللسبیہ ازدی کو بنو سلیم کا عامل مقررہ کیا گیا تھا۔ جب وہ اپنے علاقہ کے صدقات لے کر مدینہ پہنچے تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:''یہ آپ کے لیے ہے اور یہ مجھے تحفہ میں دیا گیا ہے۔'آپ نے ان کو سخت سرزنش کی اور فرمایا کہ''اگر تم ایمانداری سے کہو تو تم اپنے باپ کے گھر میں قیام پذیر رہتے وتمہارا تحفہ تم تک از خود پہنچ جاتا۔آپ کا مطلب صاف تھا کہ عامل موصوف کو جو کچھ''تحفہ''میں حاصل ہوا تھا وہ دراصل ان کے عہدے کے سبب تھا۔اس موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو جمع کر کے ایک خطبہ دیا تھا جس میں آپ نے تمام عاملین صدقات کو خاص کر اور دوسرے افسرانِ

حکومت کو عام طور سے دراںِ تقرری یا عہدہ نوازی لوگوں سے تحائف وصول وقبول کرنے سے منع فرمایا تھا۔ کہ اس سے رشوت کی بوآتی تھی اس بنا پر حافظ ابن قیم اور دوسرے فقہانہ یہ نتیجہ بجا طور سے اخذ کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام عاملوں اور افسروں کی آمدنی اور مصارف کا باقاعدہ محاسبہ فرمایا کرتے تھے۔(۳۹)

عہدہ نبویؐ کا یہ آخری اعلیٰ ترین معاشی دور کا ماڈل کچھ اس طرح بنتا ہے جو سیرت نبویؐ کے اس عظیم معاشی پہلو کو ثابت کرتا ہے جس کی بنیاد پر ریاست اسلامی قائم ہوئی اور پھر دنیا اسکے آگے بجھتی چلی گئی۔ آج بھی امتِ محمدیہؐ اسی بنیاد پر ہی اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ حاصل کرسکتی ہے جو ترکِ زکوٰۃ اور ترویج سود کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے چھین کر ذلت ورسوائی مفلسی اور محتاجی اس پر مسلط کردی ہے۔ زکوٰۃ اسلامی ریاست کی اساس ہے۔ دنیا بھر میں پھر سے اس کو سنت نبویؐ کی منہج کے مطابق اپنا کر معاشی غلبہ حاصل کرنے کا واحد ذریعہ ہے اس کے نفاذ سے سود ختم ہوگا اور مندرجہ ذیل فیوز و برکات حاصل ہونگی۔

۱۔ عاملین زکوٰۃ کا اعلیٰ روزگار (Prime Employment)

۲۔ دولت مندوں سے مالی عبادت کے طور پر زکوٰۃ وعشر کی وصولی

۳۔ مستحقین طبقات کو زکوٰۃ کی فراہمی اور مجموعی طلب کا اہتمام

۴۔ جامد دولت (Idle wealth) سے زکوٰۃ کی تشخیص ووصولی اور تشکیل سرمایہ

۵۔ مضاربت، شراکت، مزارعت اور مساقاۃ کی ترویج اور اسلامی معیشت کا انتظام

۶۔ حکومت کی عملداری اور ریاستی اقتدار اعلیٰ

مالیاتی عبادت اور سماجی معیشت کی اساس

مصارف زکوٰۃ فقراء مساکین العاملین زکوٰۃ موئلفۃ القلوب فی الرکاب الغارمین
فی سبیل اللہ ابن سبیل

پانچ صدیوں تک سنت نبویؐ اور سنت خلفاء راشدین کے مطابق مسلمانوں نے مالیاتی عبادت ومعیشت کا امتزاج برقرار رکھا اور یہی مسلمانوں کے سنہری دور کی اساس ہے۔

حوالہ جات

۱۔ محسن انسانیت نعیم صدیقی ص501 اشاعت1997 ندیم یونس پرنٹرز لاہور

۲۔ البقرہ 219

۳۔ راہنمائے زکوٰۃ پروفیسر عبدالطیف انصاری ص70 اشاعت 2003 علی کتاب خانہ کبیر سٹریٹ اردو بازار لاہور

۴۔ الذاریات 19

۵۔ المعارج 25-19

۶۔ الاسراء 26

۷۔ الروم 38

۸۔ المزمل 20

۹۔ لقمان 4-3

۱۰۔ المومنون 4

۱۱۔ الروم 39

۱۲۔ راہنمائے زکوٰۃ پروفیسر عبدالطیف انصاری ص70 اشاعت 2003 علی کتاب خانہ کبیر سٹریٹ اردو بازار لاہور

۱۳۔ فقہ الزکوٰۃ علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی، ص61 اشاعت 1969 دارالارشاد ص ب 6247 بیروت

۱۴۔ ابراہیم 31

۱۵۔ الحج 35

۱۶۔ سبا 39

۱۷۔ صحیح بخاری

۱۸ متفقہ علیہ

۱۹۔ صحیح بخاری

۲۰۔ صحیح بخاری

۲۱۔ متفقہ علیہ

۲۲۔ راہنمائے زکوٰۃ پروفیسر عبدالطیف انصاری ص70 اشاعت2003 علی کتاب خانہ کبیر سٹریٹ اردو بازار لاہور۲۳

۲۳۔ صحیح مسلم

۲۴۔ محسن انسانیت نعیم صدیقی ص502 اشاعت1997 ندیم یونس پرنٹرز لاہور

۲۵۔ محسن انسانیت نعیم صدیقی ص503 اشاعت1997 ندیم یونس پرنٹرز لاہور

۲۶۔ محسن انسانیت نعیم صدیقی ص504 اشاعت1997 ندیم یونس پرنٹرز لاہور

۲۷۔ صحیح بخاری

۲۸۔ التوبہ 05

۲۹۔ صحیح مسلم کتاب الایمان

۳۰۔ راہنمائے زکوٰۃ پروفیسر عبدالطیف انصاری ص70 اشاعت2003 علی کتاب خانہ کبیر سٹریٹ اردو بازار لاہور۲۳

۳۱۔ التوبہ 18

۳۲۔ التوبہ 60

۳۳۔ التوبہ 103

۳۴۔ الاعراف 156

۳۵۔ نقوش رسول نمبر جلد۵ ص671 محمد طفیل مدیر اشاعت دسمبر1983 ادارہ فروغ اردو لاہور

۳۶۔ نقوش رسول نمبر جلد۵ ص672 محمد طفیل مدیر اشاعت دسمبر1983 ادارہ فروغ اردو لاہور

۳۷۔ نقوش رسول نمبر جلد۵ ص674 محمد طفیل مدیر اشاعت دسمبر1983 ادارہ فروغ اردو لاہور

۳۸۔ نقوش رسول نمبر جلد۵ ص675 محمد طفیل مدیر اشاعت دسمبر1983 ادارہ فروغ اردو لاہور

۳۹۔ نقوش رسول نمبر جلد۵ ص676 محمد طفیل مدیر اشاعت دسمبر1983 ادارہ فروغ اردو لاہور